بیادگار :
حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ

الحسن

پندرہ روزہ
پشاور

سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

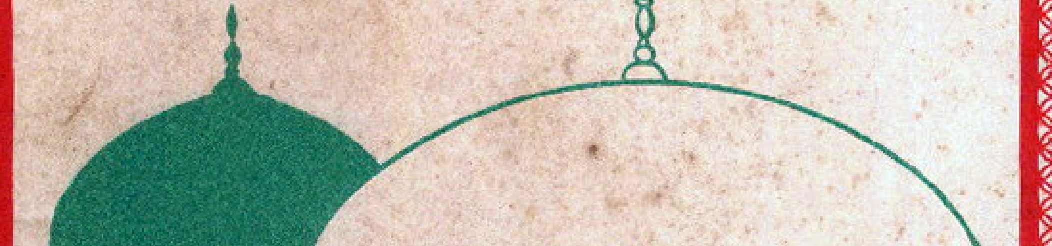

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این بارگہ حضرت غوث الثقلین است
نقد کرم حیدر و نسلِ حسنین است

مادرش حسینی نسب است و پدر او
زِ اولادِ حسن یعنی کریم الابوین است

پندرہ روزہ

الحسن

پشاور

قیمت: ایک روپیہ

یادگار
حضرت ابوالبرکات
سید حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر
سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی
منتظم
مفتی مشتاق احمد

جلد ۱ * شمارہ ۲۲ | یکم فروری ۱۹۷۵ء | چندہ سالانہ: ۲۰ روپے

فہرست

۱- مجھے شاہد ارض و سما کی قسم	غلام محمد ترنم (مرحوم)	۲
۲- شذرات	ماخوذ از "چٹان" لاہور	۳
۳- تفسیر القرآن الحسنیہ	الحاج حافظ عبدالحمید صاحب فاضل دینیات	۵
۴- ارشادات رسول ﷺ	ادارہ	۱۰
۵- شرح قصیدہ بردہ شریف	الحاج حافظ عبدالحمید صاحب فاضل دینیات	۱۳
۶- مرشد کامل اور اس کی ضرورت	سید مبارک شاہ صاحب فاضل دیوبند پشاور	۱۷
۷- اصلاح معاشرہ اور رسم	تاج محمد صدیقی قادری پشاور	۲۱

☆

سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے طابع نیو ایگل سٹار پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر پندرہ روزہ "الحسن" یکہ توت پشاور سے شائع کیا

غلام محمد ترنّم مرحوم

مجھے شاہدِ ارض و سما کی قسم!

مِرے دل میں ہزاروں جلوے ہیں مجھے تابشِ رُخ کی ضیاء کی قسم
میں ہوں بندۂ شاہدِ ارض و سماء مجھے شاہدِ ارض و سما کی قسم

مِرے سر پہ ہے سایۂ لطف و کرم مجھے پرسشِ عصیاں سے کیا غم
مجھے فکر نہیں ہے جہنّم کی تری بخشش و جود و سخا کی قسم

مجھے بزمِ جہاں سے کام نہیں کہ مذاقِ طلب مرا خام نہیں
جہاں ذکرِ محمد ہوتا ہے مری بزم وہی ہے خدا کی قسم

مجھے زیست کی راہگذاروں پر ہر لحظہ ہے چلنا شام و سحر
کوئی فکرِ مقام و قیام نہیں مجھے گردشِ صبح و مسا کی قسم

ہنس ہنس کے ملے ہیں دشمن سے ہر جابر و ظالم پُرفن سے
نہیں دیکھا کسی میں یہ استغناء مجھے شیوۂ صبر و رضا کی قسم

تیرا عشق ہی میرا حاصل ہے تیرا عشق ہی میری منزل ہے
ترے در سے کبھی نہ اُٹھوں گا مجھے اپنی ہی روحِ وفا کی قسم

میرے دِل میں وہ نغمے نہاں ہیں مرے دل میں وہ جذبے نہاں ہیں
کہ جہانِ ترنم رقصاں ہے اسی بربطِ نغمہ سرا کی قسم

شذرات

بغیر معانی کے الفاظ

قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر اس مطلب کی قرارداد منظور ہوئی ہے کہ ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر اسلامی پروگراموں کے لئے زیادہ وقت مخصوص کیا جائے۔ اس قرارداد کا پاکستان کے اجتماعی ضمیر نے خیر مقدم کیا ہے۔ اس قرارداد کا منظور کیا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں اسلامی پروگراموں کے لئے اب تک کم تر وقت تھا۔ اب اس قرارداد کا احترام ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے اہلکار کرتے ہیں یا نہیں؟ اس کا انحصار آئندہ کے نشریوں پر ہے۔ چند دنوں بعد خود معلوم ہو جائے گا کہ اس قرارداد کا احترام کیا گیا یا محض دفع الوقتی ملحوظ رکھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں نشریاتی ادارے جن دانشوروں کی تحویل میں ہیں۔ وہ اسلامیات سے کچھ زیادہ شغف نہیں رکھتے۔ یا اُن کا ذہن اسلام سے متعلق کوئی مختلف سانچہ رکھتا ہے۔ ہر دو اداروں کے دانشور دو خصوصیتیں رکھتے ہیں ایک یہ کہ جو پارٹی حکمران ہے اس کا ڈھول پیٹا جائے اور جو اس کے مخالف ہے اس کی ہیٹی کی جائے۔ اس فن سے جو وقت بچ رہے اس میں تفریح و تفنن کی آڑ میں لہو و لعب کا سبق دیا جائے۔ جب تک اسلامی نشریات کے لئے اسلامی فکر کے لوگوں کی ٹیم نہ ہو گی۔ ان دونوں اداروں (ٹیلیویژن اور ریڈیو) میں اسلامیات کے لئے جگہ پیدا کرنا مشکل ہے۔

صحیح مطالبہ یا خواہش

معاصر نوائے وقت نے ختم نبوت سے متعلق سرکاری مسودہ قانون کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس امر کی صحیح نشاندہی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطہار اہل بیت اور اصحابہ کرام کے لئے جو خطابات و القابات مسلمانوں میں رائج ہیں اور انہیں قرآن و سنت کی روشنی میں صدیوں کے استعمال سے تقدس حاصل ہو چکا ہے۔ ان کا دوسرے اشخاص کے لئے استعمال قابل تعزیر جرم متصور ہونا چاہیئے ارباب حکومت اس سلسلہ میں بھی کوئی قانون وضع کریں۔

یہ بالکل صحیح خواہش یا صحیح مطالبہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزائی امت نے میرزا غلام احمد کے خانوادے پر ان مقدس اصطلاحوں کا استعمال کر کے مسلمانوں کی دل آزاری میں کوئی سی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ میرزا غلام احمد کے وارثوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے لئے جو القابات و خطابات چاہیں استعمال کریں۔ لیکن انہیں یہ حق نہیں کہ میرزا غلام احمد کی بیویوں کو امہات المومنین کہیں، اُن کے خاندان کو اہل بیت لکھیں۔ اور ان کے بیٹوں کے سر پر اسلام کی کلغی لگائیں۔ یہ چیزیں ناقابل برداشت ہیں حکومت کو اس غرض کے لئے قانون بنانا چاہیئے۔ خود میرزائی امت کا فرض ہے کہ وہ اس بارے میں مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرے۔

قریب آگئی شاید جہانِ پیر کی موت

مصرعۂ بالا علامہ اقبال کا ہے۔ آج دنیا جس نہج سے گذر رہی ہے اور عالمی طاقتیں اپنے لے پالک ملکوں کو لے کر جو حربی ناٹک کھیل رہی ہیں اس سے قیاس ہوتا ہے کہ دنیا ایک نئی جنگ کے دہانے پر آ چکی ہے۔ پہلی جنگِ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہو کر ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی۔ اس کے بیس اکیس سال بعد دوسری جنگِ عظیم ۱۹۳۹ء میں چھڑ گئی۔ اور ۱۹۴۵ء تک چلی۔ اب تیس سال ہو چکے ہیں معلوم ہوتا ہے تیسری جنگِ عظیم کا لاوا پھوٹنے کو ہے کوئی سی طاقت لڑنا نہیں چاہتی لیکن ہر بڑی طاقت لڑنے کو تیار ہے۔ جنگ اتنی بالارادہ نہیں ہوتی جتنی بلا ارادہ بھڑک اٹھتی ہے۔

یورپ یا امریکہ اپنے میدانوں میں لڑائی گوارا نہیں کرتے۔ ان کا پچھلی دو جنگوں میں بھرکس نکل چکا ہے اور اب وہاں تیسری جنگ کے چھڑنے کا امکان نہیں۔ البتہ مشرقِ وسطیٰ کے سر پر تیسری عالمگیر جنگ کے سائے منڈلا رہے ہیں بالفاظِ دیگر عرب ممالک کو عالمی سامراج نے اس غرض سے چن رکھا ہے۔ عربوں کے قلب میں اسرائیل کا ناسور پک چکا ہے۔ اس ناسور کو عالمی سامراج نے پروان چڑھایا عرب گوارا نہیں کرتے لیکن امریکہ قائم رکھنے پر مصر ہے۔ اگر دنیا میں انصاف ہوتا تو اسرائیل کبھی قائم نہ ہوتا لیکن اسرائیل اس لئے قائم کیا گیا کہ عرب دنیا کمزور ہو۔ اور اس پر عالمی سامراج کا تصرف قائم رہے۔ عرب بیدار ہو چکے ہیں۔ انہیں اپنے وجود کا احساس اور اپنے ذرائع کی طاقت کا اندازہ ہو چکا ہے۔ اب وہ سپر انداز ہونے کی پوزیشن میں نہیں۔ امریکہ بلا حجاب اسرائیل کا پشت پناہ ہے۔ صدر فورڈ اور ڈاکٹر کیسنجر دونوں یہودی النسل بیان کئے جاتے ہیں۔ دونوں کی ہمدردیاں سیاسی ضرورتوں کے علاوہ اسرائیل کے ساتھ ہیں۔ صدر فورڈ نے تیل بند کئے جانے کی دھمکی پر امریکہ کی لشکر کشی کے امکان کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر کیسنجر نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ دونوں نے اس سلسلہ میں روس سے مڈبھیڑ ہو جانے کا اندیشہ بھی ظاہر کیا ہے۔ اُدھر اسرائیل اپنے غنڈہ پن میں بدستور مشغول ہے۔ اس نے جنوبی لبنان پر جنگ کی نیو اٹھا دی ہے۔ اور یہی چنگاریاں بھڑک کر جنگل کی آگ بن سکتی ہیں۔ یاسر عرفات کے الفاظ میں اسرائیل جنوبی لبنان کی طرف چالیس مربع میل کے علاقہ پر قبضہ کر کے اپنے آئندہ عزائم کی راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔ صدر سادات اور صدر حافظ الاسد کے بیانات خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ کیونکہ مصر و شام اور شرق اردن اسرائیل کے ذہن میں ابتدائی شکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کوئی پیش گوئی کرنا سخت مشکل ہے۔ جو لوگ ڈرامہ کھیل رہے ہیں انہیں خود معلوم نہیں کہ آئندہ سین کیا ہو گا۔ لیکن آج دنیائے اسلام سے بڑھ کر کوئی چیز خطرے میں نہیں۔ تیسری جنگ شروع ہو گئی تو وہ صبحِ قیامت کا آغاز ہو گا۔ عجب نہیں اس کے بعد دنیا تباہ ہو جائے اور کرۂ ارض آتش پارہ بن جائے۔

ماخوذ از

"چٹان" لاہور ۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء

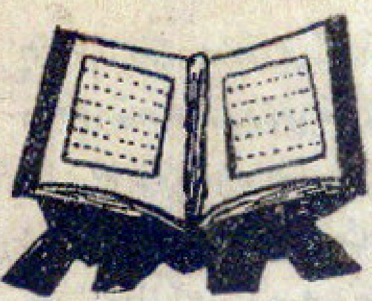

تفسیر القرآن الحسنیہ

یوں نہ کہینگے کہ ہم کو پتہ نہ چلا بلکہ حضور صلعم شاہد ہوں گے طرہ یہ کہ سابقہ امم کے انبیاء و امم کے افراد کے لئے بھی تاجدار مدینہ شہادت دینگے۔ قرآن حکیم نے دوسرے سپارے میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر اب بھی سمجھ میں نہ آئے تو اس مثال پر غور کریں۔ ایک تجربہ کار اور ماہر طبیب مایوس مریض کو آخر دم تک دوا دیتا ہے۔ جس پر اس کو فیس اور دوائی کی قیمت ملتی ہے۔ خواہ مریض نہ بچے۔ ماخوذ از تفسیر حسیر

مزید تحقیق بر مسئلہ تقدیر

بادل زمین پر برستا رہتا ہے کسی خطہ میں گل لالہ اگتا ہے اور کسی میں بدبودار اور ناکارہ خس وخاشاک۔ بلبلِ شیراز فرماتے ہیں ؎

باران کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

(ترجمہ) بارش جس کا ذاتی فیاض ہونا سب کو مسلّم ہے لیکن باغوں میں گل لالہ اگاتی ہے اور کلر کی زمین میں بدبودار خس و خاشاک اسی طرح اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پند و موعظت و شیریں اقوال کی تاثیر نہیں بدلی۔ بلکہ ابوجہل اور ابولہب کی جبلت بدلی ہوئی تھی جس کے لئے دنیا میں وعظ بیکار ہے اس کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ پر صبر اور بے صبری برابر ہوگی۔

وعلیٰ ھذا القیاس جس کے لئے شباب اور بڑھاپا۔ تندرستی اور بیماری۔ آرام و تکلیف برابر ہوں۔ نہ جوانی میں اعمال صالحہ نصیب نہ بڑھاپے میں توبہ کی توفیق ہوئی۔ نہ تو تندرستی میں اس کو یاد کیا اور نہ ہی بیماری میں۔ نہ عیش میں نہ تکلیف میں اور وہ جس کے لئے ظاہر اور چھپا ہوا گناہ برابر ہو یعنی ہر حال میں گناہوں میں منہمک رہے ؎

کیوں یاد سے غافل رہتے ہو کیوں عمر گناہ میں کھوتے ہو
تم شیش محل میں سوتے ہو کیوں گور غریباں بھول گئے

ایسے آدمی کے لئے خوف ہے کہ موت کے وقت اس کا توبہ کرنا یا نہ کرنا برابر ہو جائے۔ ان کے لئے اللہ والوں سے ملنا یا نہ ملنا شفاعت ہونا یا نہ ہونا سب برابر ہے ؎

منہ دیکھ لیا آئینے میں پر دیکھا داغ نہ سینے میں
دل ایسا لگا ہے جینے میں خود مرنے کو انساں بھول گیا

لَا یُؤْمِنُوْنَ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ غیب کی ایک خبر ہے اور فی الواقع یہ حرف بحرف (بعینہٖ) بالکل سچی ثابت ہوئی۔ وہ بدبخت انسان مرتے دم تک ایمان نہ لائے نہ ابوجہل نہ ابولہب نہ ولید بن المغیرہ۔

اس جگہ یہ فرما دیا کہ وہ ایمان نہ لائینگے اور یوں نہ فرمایا کہ وہ ایمان لانے کی قدرت نہیں رکھتے تاکہ یہ واضح ہو کہ ان کا یہ کفر اختیاری تھا۔ وہ اس میں مجبور نہ تھے کیونکہ علم الٰہی بھی تھا کہ وہ

اپنی خوشی اور اختیار سے کافر رہیں گے۔ اب جس طرح ان کا کافر رہنا یقینی تھا ان کا معذب ہونا بھی یقینی تھا۔ ورنہ مجبور محض اور معذور محض کو حق تعالیٰ سزا نہیں دیا کرتے۔ اس آیۂ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ جنہوں نے روز میثاق میں بلیٰ کہہ کر باری ربوبیت کا اقرار کر لیا۔ اور بعد میں اپنے دل کے صاف آئینے کو اعمال بد سے اس قدر مکدر کر دیا کہ وہ صیقل کے قابل نہ رہا۔ اور جنہوں نے اپنی نفیس ارواح کے پنجروں کو قالب کے پنجروں میں بند ہونے کے بعد پانچوں حواس کے روزنوں کے ذریعہ سے اس دنیا کو اس طرح دکھایا کہ ہر ایک کی روح اپنے اصلی وطن کو بھول گئی۔ اور نفس اور شیطان کی صحبت میں روح کو اس طرح ان سے مانوس کر دیا کہ وہ اپنے پرانے وطن کے دوستوں سے منہ موڑ بیٹھی۔ وہ لوگ اس قابل نہ رہے کہ وہ اس وطن کو یاد کریں۔

پھر فرمایا ہے کہ انسان اُنس سے بنا ہے جس کا معنی محبت ہے۔ اگر انسان کے انیس اور اس کی سوسائٹی اچھی ہوگی تو یہ بھی اچھا رہیگا۔ اور اگر سوسائٹی بدکار ہے تو یہ بھی بدکار بن جائے گا۔ کیونکہ ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند (مولانا رومؒ)
ترا اژدھا گر بود یارِ غار
ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار (شیخ سعدیؒ)

پھر فرمایا کہ انسان نَاس سے بنا ہے اور نَاس کا معنی بھول جانے والا۔ حضرت انسان جو وعدہ میثاق میں کر آئے تھے وہ دنیا میں آکر بھول گئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ فرعون نہیں ہامان نہیں کیا لوط کی قومیں یاد نہیں
کیا سود کا قصہ یاد نہیں کیوں نوح کا طوفان بھول گئے
(۲) جو روز ازل پیمان کیا تھا
دنیا میں وہ پیمان بھول گئے

پس انسان عبرت کو بھی بھول جانے والا ہے۔

مندرجہ بالا تقریر پر چند شبہات وارد ہیں ان کا جواب بھی صوفیا کرام سے ہی بن پڑا۔

(۱) جب کفار مکہ حضور کی پند و تبلیغ سے منہ پھیر بیٹھے اور کفر میں خوب غلو کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر قوم نوح کی طرح سیلاب کا عذاب کیوں نہ وارد کیا۔

(جواب) کیونکہ ہمارے نبی مختار اور مدینہ کے تاجدار اور رحمۃ اللعالمین تھے۔ اور یہاں بھی پہلے جلال خداوندی کا دور دورہ تھا۔ حضور رحمۃ اللعالمین کی نبوت میں امن و امان اور رحمت و جمال کا دورہ تھا۔ جیسا کہ آیت قرآنی اس پر دال ہے۔

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ ان پر کبھی بھی عذاب نازل نہیں کریگا۔ کیونکہ اے محبوب آپ ان کے درمیان ہیں (سورہ انفال)

دوم جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ ایمان نہ لائینگے تو چاہیئے ان کو ان کے کفر کی سزا نہ ملے۔

(جواب) جناب عالی! ان کا کفر اختیاری تھا۔ اور حق تعالیٰ کو اُن کے متعلق یہ علم تھا کہ ان کو ایمان لانے یا نہ لانے کا اختیار تو ہوگا۔ لیکن یہ اپنی خوشی سے ایمان نہ لاوینگے اب ان کی سزا امر لابدی اور ضروری ہے

سوم: جب ان کی تقدیر میں لکھ دیا گیا کہ یہ کافر رہیں گے تو ان کی سزا کیسی؟

(جواب) یہ سوال اور اس کا انداز غلط ہے۔ نادان لوگ

یہ سمجھتے ہیں کہ تقدیر کا معنی قسمت ہے اور ہر ایک کہ دیتا ہے کہ بھائی ہم کیا کریں۔ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی تو ہماری قسمت میں لکھ دیا تھا۔ حالانکہ تقدیر کا معنیٰ علم باری تعالیٰ ہے جو ازلی ہے۔ وہ خود قدیم اس کی صفات بھی قدیم۔ تو اس کے علم ازلی میں یہ بات اس کو معلوم تھی کہ فلاں فلاں افراد اپنے اختیار سے اپنے زمانہ کے نبی کی مخالفت اپنے ارادے کی تکمیل اور تشکیل کرتے ہوئے اس کی سزا بھگت لیں گے۔ پس تقدیر مجرم نہ ٹھہری بلکہ بندہ مجرم ہے تو سزا اس کے جرم کا نتیجہ ہی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعز اسمہ تو فعل قبیح کا خالق ہے لیکن کاسب تو بندہ ہے۔ فعل قبیح کا خالق معاذ اللہ قبیح نہیں ہو سکتا اس کا کاسب قبیح ہوتا ہے باقی رہا سوال کہ اس خالق نے فعل قبیح کو پیدا ہی کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ہزارہا حکمتیں ہیں۔ اول تو یہ ہے کہ نیک اشخاص اور امتحان مقصود ہوتا ہے اور اگر باوجود نفس امارہ اور شیطان کی حکمرانی کے اگر ایک شخص گناہ کبیرہ سے بچ نکلے تو احکم الحاکمین فرشتوں کو اشارہ کرتا ہے کہ دیکھو تمہارے ساتھ نہ نفس امارہ نہ ابلیس تھیں تم گناہ نہیں کر سکتے لیکن میرے اس بندے کی طرف دیکھو کہ وہ کس دانشمندی سے دو بڑے بڑے دشمنوں سے بچ کر میرا حکم مان رہا ہے۔ پھر بعض اشیاء قبیحہ میں فطرتاً اور ذاتاً چند فائدے ہوتے ہیں۔ ان کی تخلیق میں چند مصالح ہوتے ہیں جو کہ بنی نوع انسان کے لئے نہایت مفید ہیں۔ مثلاً عقرب اگر کسی کو ڈسے تو چوبیس گھنٹوں کے لئے درد و الم کا شکار ہے لیکن اسی عقرب کو شیشی میں بند کر کے چند ایام کے لئے دھوپ میں رکھا۔ جب سے یہ ٹکڑوں سے مائع کی حالت میں

تبدیل ہو جائے تو اب یہ مالش کا تیل ہے جو بچھو کے ڈسے ہوئے ماؤف موضع پر لگا دیا جائے تو شفا ہو گی۔ یہ وجود قبیح ہے۔ ارتکاب فعل قبیح کسی حالت میں اچھا نہیں ہے ایک مسافر راستے میں ایک بھاری پتھر کو دیکھ اس خیال سے اسے اٹھاتا ہے کہ کسی معذور کو ٹھوکر نہ لگے۔ دوسرا اس خیال سے اس کو اٹھاتا ہے کہ ناحق کسی کے سر کو اس سے پھاڑے۔ اب یہ پتھر آزمائش ہے۔ پتھر وہی ہے لیکن ایک کے لئے باعث جرم اور دوسرے کے لئے باعث انعام۔ اس سے ثابت ہوا کہ باری تعالیٰ کے تمام کام۔ اس کی ایجاد۔ اس کی تخلیق وغیرہ حکمت سے خالی نہیں۔ انسان نہ تو سمجھ سکتا ہے اور نہ اعتراض کرنے کی گنجائش رہتی ہے مولانا عبد الحق حقانی فرماتے ہیں کہ کوزہ کمہار کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ تو نے مجھے آبدست اور استنجا کے لئے کیوں بنایا ایسا پیالہ کیوں نہ بنایا جو معشوق کے لبوں کا بوسہ لے۔ ایک مالدار آدمی ایک مکان میں کئی کمرے بناتا ہے۔ ایک کھانا کھانے کا۔ ایک آرام کرنے کا ایک عبادت کا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ساتھ ہی ایک بیت الخلا کا۔ اب بیت الخلا مالک سے احتجاج نہیں کر سکتا کہ مجھے غلاظت کی جگہ کیوں بنایا اور عبادت کی جگہ کیوں نہ بنایا۔ مجرم جو اپنے آپ کو نہیں کوستا۔ اور سزا و نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہا ہے یہ دوسرا جرم ہے۔ عدالتوں میں ہر جگہ جج یا مجسٹریٹ سزائیں سناتے ہیں۔ کبھی کسی مجرم نے یہ نہیں کہا کہ میں بے قصور ہوں یہ تو جج قصوروار ہے اسی طرح جب ایک ٹی بی کا مریض بد پرہیزی کرتا ہے اور اپنے مرض کو آخری مرحلہ پر پہنچا دے تو ناچار ڈاکٹر صاحب اعلان کر دیتا ہے کہ میری دوا سے کنارہ کشی کرنے اور پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے یہ مریض اب ہلاک ہو جائیگا۔ کیا ڈاکٹر کے یہ کہنے سے وہ

ہلاک ہوا یا یہ کہ اس کی بدپرہیزی اور دوا کے نہ کھانے سے ڈاکٹر نے یہ اعلان کیا کہ یہ ہلاک ہوگا۔ ان دونوں قضیوں زمین اور آسمان کا فرق ہے "ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا" پس تقدیر یاد رہے تھا اُور ہے۔ قسمت اور ہے تقسیم اور ہے۔ یہ الفاظ زبانِ عربی کے ہیں پہلے ان کو سمجھنا چاہئیے۔ اور پھر سمجھ لینے کے بعد اعتراض میں استعمال کرنا چاہیئے۔ بہر حال جو آخر میں مثال دی گئی ہے اس سے کافی حد تک مسئلہ تقدیر حل ہوجاتا ہے تاہم یہ بھی دیکھنا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کفار قریش اپنے لئے کیوں ابدی جہنم خرید گئے اور کس قسم کی ضد پر قائم رہے۔

ان میں سے ایک گروہ تو ایسا تھا کہ وہ اس لئے ضدی تھا کہ وہ یوں کہتے تھے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی دین پر پایا۔ جس میں ہم موجود نہیں وہ اندھا دھندان کی تقلید کرنے کے لئے اصرار کرتے تھے۔ اور ان کی ہر ایک بات کو مانتے تھے خواہ وہ غلط ہو یا کہ صحیح۔ حضور کی پند و نصیحت کارگر نہ ہوتی۔

دوم وہ افراد تھے جو تکبر کی وجہ سے اپنے آپ کو بلند مقام دیتے تھے۔ اور حضور کے صحابہ کو نیچی نظروں سے دیکھ کر کہتے تھے "قالوا انؤمن کما آمن السفہاء (سورہ بقرہ)" کیا ہم ایمان لائیں جس طرح کہ وہ ایمان لائے جو ادنیٰ اور کمینے یا بیوقوف اور جاہل تھے۔ یہ فخر اور تکبر اور آپ کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے برباد ہوئے۔ تیسرا فرقہ سب سے بڑھ کر مجرم تھا۔ اور یہ لوگ تھے۔ جو سلطان الانبیاء کے ساتھ ذاتی حسد اور عناد رکھتے تھے۔ ان میں سے سب کا سرغنہ ابوجہل تھا۔ حدیث شریف میں جو کہ درس الادب میں بھی موجود ہے وارد ہے کہ ایک دفعہ حضور نماز ادا کر رہے تھے۔ اکیلے تھے ابوجہل نے دیکھا تو اعلان کیا کہ آج کون وہ شخص ہے جو کہ اونٹ کی اوجھڑی لائے۔ جو کہ فلاں قبیلے میں ذبح ہوا ہے۔ تمام اہل مکہ اس وقت اس کو ابوالحکم کہتے۔ اور اس کے تابعدار تھے۔ ایک شخص دوڑے دوڑے گیا۔ اس اونٹ کی اوجھڑی۔ آنتیں وغیرہ ہاسب لے آیا۔ ابوجہل نے کہا کہ اس شخص کے اوپر رکھدو جبکہ وہ سجدہ میں سر رکھے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضور رحمۃ اللعالمین نے نماز نہیں توڑی نہ بد دعا دی بلکہ سر سجدہ میں رکھا۔ اُٹھایا نہیں۔ اتنے میں آپ کی بیٹی خاتون جنت تشریف لائیں۔ آپ نے اپنے والد ماجد کا یہ حال دیکھا تو نہایت پریشان ہوئیں۔ جلدی سے وہ غلاظت آپ کے شانوں اور سر سے دور کی۔ آپ نے سر اٹھایا سجدہ کیا اور تکمیل کردی۔

اب قارئین کرام ذرا انصاف سے فتویٰ دیجئے ایسے دشمن اور معاند کے لئے کوئی بخشش کی جگہ ہے۔ حضرت خاتون جنت نے فرمایا لوگو! تم ایسے شخص سے عداوت رکھتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے۔ اس کو مانو اسی کی پوجا کرو۔ کیا فقط یہ کہنے سے وہ ذات بابرکات مجرم ہے کیا خیال ہے ابوجہل نے اپنے آپ کو آپ جہنمی بنایا یا کہ باری تعالیٰ نے۔ اگر باری تعالیٰ نے بنایا تو سزا وہ۔ جو ذات مصطفیٰ اور محبوب خدا سے اس قدر عناد رکھتا ہو وہ لا یومنون میں کیوں نہیں آئیگا۔ جو گیسوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پلیدی سے ملوث کرنا چاہئیے اس کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہوگا اور کیا ڈرانا اور نہ ڈرانا اس کے حق میں برابر نہ ہوگا۔ وہ گیسو مبارک جن کی شان میں واللیل فرمایا اور جن کے دیدار سے شب یلدا کی تاریکی شرما گئی کیا وہ جنت کی حوروں کے شانوں کے ذوق تھے یا کہ بدبخت ابوجہل کی گنگوائی ہوئی غلاظت کے معاذ اللہ۔ (جاری ہے)

جلسۂ یوم رضا (لاہور)

حسب سالہائے سابق مرکزی مجلس رضا لاہور کے زیر اہتمام اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کا سالانہ یوم (عرس مبارک) بتاریخ ۲ مارچ بروز اتوار (بموقع عرس حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بوقت صبح تا دوپہر بمقام جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے سٹیشن لاہور انعقاد پذیر ہوگا۔ جس میں ملک کے نامور علماء و مشائخ شرکت فرما کر سیرت اعلیٰ حضرت بیان کریں گے۔

آپ سے درخواست ہے
کہ مع احباب شرکت فرمائیں۔

الداعیان

اراکین مرکزی مجلس رضا لاہور

ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

روایت ہے ابن عمرؓ سے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک ان دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے پانی سے صحابہؓ نے کہا پھر کیا ہے اس کی صفائی فرمایا بہت یاد کرنا موت کا اور پڑھنا قرآن کا (بیہقی مشکوٰۃ)

روایت ہے عبدالملک بن عمیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ میں شفا ہے ہر بیماری سے۔

(دارمی، بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ)

روایت ہے مکحولؓ سے کہا جو شخص پڑھے سورہ آل عمران جمعہ کے دن رحمت بھیجتے ہیں اس پر فرشتے رات تک۔

(دارمی، مشکوٰۃ)

روایت ہے حضرت کعبؓ سے بیشک فرمایا۔ حضور اللہ نے، پڑھو تم سورۂ ہود کو جمعہ کے دن۔ (دارمی، مشکوٰۃ)

○

روایت ہے ابوسعیدؓ سے بیشک فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص پڑھے سورۂ کہف جمعہ کے دن روشن ہوگا اس کے لئے نور درمیان دو جمعہ کے (بیہقی فی الدعوات الکبیر مشکوٰۃ)

روایت ہے معقل بن یسارؓ سے کہ بیشک فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص پڑھے سورۂ یٰسین اللہ کا منہ چاہ کر یعنی رضائے الٰہی کے واسطے بخشے جائیں گے اس کے اگلے گناہ، پس پڑھا کرو اس کو اپنے مرنے والوں کے پاس۔ (بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ)

روایت ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے بیشک اس نے کہا بیشک ہر چیز کا کوہان ہے سو تحقیق کوہان قرآن کا سورہ بقر ہے اور بیشک ہر چیز کا مغز ہے اور مغز قرآن کا مفصل سورتیں ہیں۔

(دارمی۔ مشکوٰۃ)

مراد کوہان سے بلندی ہے اور مفصل سورتیں سورہ حجرات سے سورۂ والناس تک ہیں۔

روایت ہے علی مرتضیٰؓ سے، سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اور ہر چیز کی دلہن ہے اور قرآن کی دلہن سورۂ رحمٰن ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ)

دلہن سے مراد ہے آراستہ اور زینت والی اور حسین اور محبوب اور مرغوب۔

روایت ہے علی مرتضیٰؓ کرم اللہ وجہہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوست رکھتے اس سورہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی کو۔ (احمد، مشکوٰۃ)

روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کیا نہیں طاقت رکھتا ایک تمہارا یہ کہ پڑھے ہزار آیتیں روز، اصحابہؓ نے کہا اور کون طاقت رکھتا ہے کہ پڑھے ہزار آیتیں ہر روز فرمایا کیا نہیں طاقت رکھتا ایک تمہارا کہ پڑھے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ۔ (بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ)

روایت ہے سعید بن المسیبؓ سے مرسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہے کہ فرمایا جو شخص پڑھے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ دس بار بنایا جاوے گا اس کے واسطے اس کے بدلے میں ایک محل جنت میں اور جو پڑھے بیس بار بنائے جاویں گے اس کے واسطے دو محل اور جو پڑھے تیس بار بنائے جاویں گے اس کے واسطے تین محل جنت میں۔ پس کہا عمر بن الخطابؓ نے قسم ہے اللہ کی یا رسول اللہ اب بہت بنالیں گے ہم اپنے محل۔ پس فرمایا رسول اللہؐ نے اللہ کے یہاں اس سے زیادہ کشائش ہے۔ (دارمی، مشکوٰۃ)

روایت ہے انسؓ سے بیشک فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دوست رکھے ایک تمہارا یہ کہ کلام کرے اپنے رب سے پس چاہیے کہ پڑھے قرآن۔

روایت ہے سمرہ بن جندبؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر کلام چار ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ (مسلم مشکوٰۃ)

روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ کہوں میں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ یہ چاروں کلمے بہت پیارے ہیں مجھ کو اس چیز سے کہ نکلا ہے اس پر آفتاب یعنی ہر چیز سے۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

○

روایت ہے ابوالدرداؓ سے فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کیا نہیں کر سکتا، ایک تمہارا کہ پڑھے رات میں تیسرا حصہ قرآن کا، عرض کیا کہ کیسے پڑھے گا کوئی تیسرا حصہ قرآن کا۔ فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا پڑھنا برابر ہے تیسرے حصہ قرآن کے۔ (مسلم بخاری)

روایت ہے انسؓ سے، اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو شخص ارادہ کرے یہ کہ لیٹے بچھونے پر، پس چاہیے کہ لیٹے اپنی داہنی کروٹ پر، پھر پڑھے سو بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ جب ہوگا دن قیامت کا، فرما دے گا اس کو پروردگار اے بندے میرے داخل ہو داہنی طرف بہشت کے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ)

روایت ہے ام حبیبہؓ سے کہا کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہر کلام آدمی کا اس کے حق میں نقصان ہے نفع نہیں، مگر حکم کرنا نیکی کا اور منع کرنا بدی سے اور اللہ کا ذکر کرنا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

رزق حلال

حضرت علیؓ باوجود باب العلم ہونے کے اپنی روزی کے لئے پانی سینچنے کی مزدوری کر لیتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ کاشت کاری کرتے تھے، اسی طرح دیگر اولیاء اللہ بھی لوہار، بڑھئی اور ٹوپیاں وغیرہ بنانے کا کام کرتے رہے ہیں ؎

علم و حکمت زاید از نان حلال
عشق و رقت آید از نان حلال

ورفعنا لک ذکرک

خدا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں کہ جس کا ذکر دنیا میں ہر وقت ہو رہا ہو۔ اگر ایک جگہ فجر کی اذان و نماز و درود شریف میں حضور کا ذکر خیر ہو رہا ہے تو دوسری جگہ اسی وقت ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں ہو رہی ہیں کیونکہ مسلمان دنیا کے سب حصوں میں ہیں اور دنیا کے مختلف حصوں میں ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز ہو رہی ہے اور مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے ہیں

☆

ہوٹل سلاطین اینڈ ریسٹورنٹ

ایئر کنڈیشنڈ

سینما روڈ۔ پشاور شہر

مٹن لیگ روسٹ۔ چانپ روسٹ۔ چکن تندوری۔ مرغ مسلم

چکن تکہ اور چکن کباب

اور دیگر پاکستانی اور انگریزی کھانوں سے لطف اٹھائیں

شکر الحمد للہ

سلطانی مصالحہ جات

ایشیا بھر میں سب سے عمدہ ثابت ہو رہے ہیں

ہلدی۔ مرچ۔ گرم مصالحہ۔ سالن مصالحہ۔ دھنیا۔ میتھی قصوری۔ کالی مرچ

بند ڈبوں میں دستیاب ہے!

سلطانی برانڈ پراڈکٹس۔ پیپل منڈی پشاور فون نمبر ۲۳۳۰

شرح قصیدہ بردہ شریف

وجد نے ثابت کر دیا۔ قربان جائیں اس فصاحت اور بلاغت دونوں کے۔ وجد کیا ثابت کرے گا۔ وجد میں تو نہ روح نہ عقل نہ زبان۔ پھر اگر اس کو پیکر حیات ادھار دیا جائے تو وہ ثابت کرنا جو مطلوب ہے کیسے ہو گا۔ دو متعذر ہیں۔ تو بلبلان خیستان بلاغت نے ہمارے سامنے ایک فرضی دعویٰ پیش کیا۔ ادھر عاشق کا چہرہ۔ ادھر اس پر خط کھینچنا۔ ادھر اس کا وجد۔ ادھر کیف ادھر کیفیت۔ ان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وجد سے مراد حالات عشقیہ اور اخراج قلبیہ لی اور اس کو خارج میں کاتب سے تشبیہ دی۔ کیونکہ خط لکھنا یا کھینچنا کاتب کا کام ہے۔ اور کاتب وہ ہے جو علم اور خبر سے خبردار ہے حالات کا واقف ہے۔ سلطانِ عشق کی عدالت کے سلطانی کاتب سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہ کا فرد کامل اور فرد حقیقی ہے جو کہ متعارف ہے۔ اور دوسرا فرد حالات عشقیہ یا اخراج قلبیہ ہے یہ غیر متعارف۔ متعارف کو یعنی فرد محققہ کو غیر متعارف یعنی حزن و عشق کے لئے استعارہ کر لیا۔ اور پھر اس کو ذہن میں ترک بھی کر دیا۔ اور ایک لفظ استعمال کیا جو مشبہ پر دال ہے۔ ذکر بھی مشبہ کا کر دیا جو وجد ہے۔ اور حالات عشقیہ و اخراج قلبیہ اس پر دال نہیں۔ حالات عشقیہ یا اخراج قلبیہ ایسا مفہوم ہے جو کہ کاتب کا نائب ہے۔ پھر اثبات کا لفظ مجاز عقلی ہے۔ وجد ثابت کرنے کے لئے کاتب کا ذکر تخییلی ہے اور

اس کا چہرے پر خط کھینچنا ترشیح ہے۔ سبحان اللہ ایک کلام کے ایک شعر کے پہلے دو لفظوں میں استعارہ مکنیہ۔ ترشیحہ اور تخییلیہ تینوں اپنے اپنے مقام پر ثابت ہیں۔ آنسوؤں کا خط اور حزن رنج والم کا خط۔ ایک سرخ خط ہے جو کہ خون سے آمیزش رکھتا ہے اور ایک زرد ہے جو صفراء غم پر دال ہے۔ دونوں کا ذکر عطف ہے۔ لیکن دوسرے مصرعہ میں ان کی ترتیب معکوس ہے۔ گلاب کا پھول جو زرد ہے اس کا ذکر پہلے اور درخت حنا جو سرخ ہے اس کا ذکر بعد میں۔ چونکہ تشبیہ میں دونوں کامل نہیں چاہیئے تھا کہ حنا پہلے اور گلاب بعد میں مذکور ہوتا۔

اس کو لف و نشر غیر مرتب یا مشوش یا معکوس کہتے ہیں۔ اس انقلابی تصویر کا نکتہ یہ ہے کہ عاشق کے مذاق نے شعر کے وزن اور قافیہ کا خیال بھی رکھا تاکہ کلام عشق ہر پہلو سے ستھرا ہو۔

(۳) حقائق و معارف جو اس بیت میں مستور ہیں

متصوفین اور اصفیاء و صوفیائے علیہ۔ وار باب فہم و فراست و اہل علم و دانش اپنی زبان فیض نشان سے یوں گویا ہوئے کہ جب عاشق نے انتہا درجے کا انکار کیا اور اپنے ناصبوری محبت کو چھپانے پر مصر رہا تو سلطانِ عشق کی بارگاہِ عالیہ علیہ میں جو ی

دائر ہوا۔ سلطان عشق بارگاہ عدالت میں تخت نوشیروانی پر جلوہ گر تھے۔ بموجب حکم شرع محمدی دو ثقہ۔ عادل بلکہ عینی و ذاتی گواہ ملزم پر عدالت کے روبرو گذر گئے شہادت منشیوں نے لکھ دی۔ شاہ عالی وقار نے جس کے فیصلہ کی اپیل نہیں حکم دیا۔ سلطانی کاتب کو حاضر کرو۔

کاتب نے مجرا اور سلامی پیش کئے۔ تخت کی پایہ بوسی کی دست بستہ عرض کی کہ حضور جو حکم ہو قابل اذعان ہے۔ حکم ہوا کہ اس عاشق کے چہرے کے صحیفے کے اوپر منشورہ دو خطوں کی صورت میں لکھو۔ ایک منشور بخط سہری اور دوسرا منشور بخط صفراوی۔ یعنی اصفر کھینچو۔ اور ہر ایک خط کی شکل الف کی سی ہو۔ تاکہ سہری خط اس کے خون آلودہ آنسوؤں کی سبیل بن سکے۔ اور خط اصفر اس کے صفراوی غم عشق سے رنگا ہوا رخسارے کے دوسرے صفحہ پر نقش ہو جائے اس کے چہرے کو دیکھنے والا سوائے عشق و محبت اور کوئی آیت نہ پڑھے گا۔ وہ عشق و محبت کی آیات منزل من اللہ کی تلاوت اس کے رخ انور سے کریگا۔ تو اب انکار کی گنجائش کہاں۔

چونکہ قصیدہ عملی دنیا میں بھی مفید ثابت ہوا اس لئے علامہ خربوتی نے اپنا شیوہ بنایا ہے کہ ہر ایک بیت کے بعد اس کے مضمون کے مطابق ایک دعا لکھ دیتے ہیں اور اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کر کے یا اس عقیدے کی جلی ہوئی سوز سے بھری ہوئی عبارت سے وسیلہ تلاش کر کے اپنی دعا پیش کرتے ہیں تو ان کی مندرجہ ذیل دعا من وعن درج کی جاتی ہے جس کا اردو ترجمہ بھی ہدیہ ناظرین ہے

یا من بسعۃ مغفرتہ شوقنی۔ واعوذ عن افعل الذی من رضاک فرقنی ولا تحرقنی بنار الجحیم لان عشق حبیبک حرقنی۔

اے الٰہ العالمین تو نے اپنی مغفرت کو وسیع کر کے مجھے رغبت شوق دلائی۔ تو تو مجھ سے وہ کام نہ کرا جو تیری رضا کے خلاف ہو۔ اور اے مولا مجھے دوزخ کی آگ میں نہ جلانا۔ کیونکہ تیرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی آگ مجھے جلا چکی ہے۔

بیت نمبر ۸

۵ نعم سری طیف من اھوی فارقنی
والحب یعترض اللذات بالالم

۵ مدہوش بیک ساغر اے پر تغافل کردی
دل بردی و جاں بردی برباد و تباہ کردی (جامی)

۱۔ حل لغات و ترکیب (۱) نعم۔ ہاں یہ حرف تصدیق بر خبر کی تصدیق اور ایجاب کے لئے آتا ہے (۲) سری۔ رات کو چلا لیا۔ فعل مثبت ماضی صیغہ واحد غائب (۳) طیف۔ خیال۔ فاعل ہے سری کا (۴) من۔ جس کو۔ یہ اسم موصول ہے اور موضع جر میں ہے کیونکہ یہ مضاف الیہ ہے اور اس کا مضاف من ہے (۵) اھوی۔ فعل مضارع ہے صیغہ واحد متکلم اس کا باب سمع یسمع ہے۔ ھوی۔ یھوی ھوی مصدر ہے۔ یعنی عشق و محبت اور اھوی یعنی جس سے محبت کی وہ۔ ھوی۔ یھوی کا باب قرآن حکیم میں آیا ہے وہ ھوی اور ہے جس کا معنی سقط ہے وہ باب فتح۔ یفتح ہے۔ اَوْ تَھْوِیْ اِلیٰ مَکانٍ سحیقٍ سپارہ ۱۷ اھوی کے آگے ایک ضمیر مقدر ہے جس کی طرف اسم موصول

مِنْ عائد ہے اور ضمیر مفعول ہے۔ اَهْوَاهُ جس کو میں چاہتا ہوں اور جس سے محبت کرتا ہوں۔ فا حرف عطف ہے یہ سری پر عطف ہے۔ فَاَرَّقَنِیْ۔ مجھے نیند سے اٹھا دیا۔ بیدار کر دیا اور بیقرار کر دیا۔ نیند چلی گئی۔ اَرَّقَ۔ نیند سے بیدار کر دیا۔ اس کا فاعل مستتر ہے جو طیف کی طرف عائد ہوتا ہے اور اس کے آغاز میں جو حرف فا وارد ہے اس کی شرط محذوف ہے یعنی جب محبوب کا خیال آیا تو لما جاء اِلَیَّ خیال المحبوب حُبّ المعشوق۔ تو۔۔۔ اَرَّقَنِیْ۔ نون اس میں نونِ وقایہ ہے۔

(۲) واؤ۔ اور۔ اس مقام پر جو حرف واؤ وارد ہوا ہے وہ یا تو حالیہ اور استینافیہ ہے۔ جس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے کہ کس طرح اور مثالی نوٹ اس کا یوں ہے۔

هَلْ شَغَلْتَ فِی اَثْنَاءِ عِشْقِكَ بِاللَّذَّاتِ

فَقَال

کیف والحب یعترض اللذات بالالم

(لیکن ایک تیسری قسم کا عطف ہے جو کہ معارف اور حقائق کے ضمن میں ابھی انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا کیونکہ اس میں عجیب لطافت ہے)

یَعْتَرِضُ۔ اس کا ثلاثی مجرد ہے۔ یعرض ہے۔ اس کو باب افتعال پر لایا گیا۔ اِعْتَرَضَ۔ یَعْتَرِضُ ہو گیا۔

اب معنی یہ ہوا کہ دو چیزوں کے درمیان ایک چیز کا مکان پکڑنا یا حائل ہو جانا۔ اس میں ضمیر واحد غائب فاعل ہے۔ اور لذّات اس کے لئے مفعول ہے جس کا معنی لذتیں اور عیش و سرور ہے۔ بالاَلَم۔ جار مجرور ہو کر متعلق یَعْتَرِضُ کے ہوا۔ یعترض اللذات بالالم جملہ خبریہ ہو کر خبر ہوا حُبّ کے لفظ کے لئے۔ اور حب مبتدا اخیرا۔ جملہ مبتدا اور خبر کے ساتھ ملکر۔ اسمیہ متقررہ محققہ۔ خبریہ ہوا جو دوام و استمرار کے لئے آتا ہے۔ کبھی بھی تحدث اور تجدد پر دلالت نہیں کرتا۔ الحمد للہ ترکیب کے نکات اور حل لغات کی تکمیل ہوئی۔

ب جز بیت نمبر ۸ کا اردو میں ترجمہ اور اس کا ربط سابقہ بیت سے مع تمہید

(۱) تمہید۔ مخاطب خواہ ذات بوصیریؒ یا مجرد عن نفسہ سبحل آخر۔ الغرض عاشق زار نے ابتلاء مرض عشق کا انکار کیا تھا۔ ثبوت من الغیر اس کو پہنچایا گیا۔ پھر انکار کیا۔ پھر دو گواہ گذارے۔

(۲) ربط۔ دو گواہوں کے گذار دینے پر عاشق زار کو ماننا ہی پڑا۔ کیونکہ دل کے مدینہ میں سلطانِ عشق کی عدالت کے سامنے گذارے گئے۔ تو سلطانِ عشق نے کاتب کو منگایا تھا۔ کاتبِ شاہی نے گواہوں کی گواہی عدالت کے روبرو لکھی اور اس پر سلطانی مہر لگائی اس لئے تمام شارحین (عربی) نے اس کو مستجمل لکھا ہے۔ یعنی سرکاری کاغذ پر بادشاہ وقت کی مہر لگی ہوئی تھی۔ یہ منشور تھا عاشق زار کے مصحف انور پر لکھا گیا تاکہ محبت کی آیت کو ہر وہ شخص جو اس کو دیکھے پڑھ لے۔

(۳) **ترجمہ و تشریح** :- عاشق زار نے کہا کہ ہاں۔ رات کو محبوب کا خیال مجھے جو آیا تو میں بیدار ہو گیا اور اس نے میری آنکھوں سے نیند بلکہ مجھے بیقرار و مضمحل کر دیا۔ اور حال یہ ہے کہ محبت اور عشق۔ تمنائے وصل یا وصل کی لذت کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ درد اور غم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ تمناء وصل اور لذّت وصل کے افراد کو اس طرح قتل کرتے ہیں جس طرح کہ تیر آدمی یا وحشی کو

جوہری غذائیت سے بھرپور

میدہ سوجی

عوام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

یونیورسل فلور ملز لمیٹڈ

گل بہار کالونی۔ جی۔ ٹی روڈ پشاور

فون نمبرز:۔ ۴۰۴۰ ، ۳۲۱۵

چیرمین: صلاح الدین خان

مُرشدِ کامل اور اس کی ضرورت

مولانا سید مبارک شاہ صاحب فاضل دیوبند خطیب ضلع پشاور

تمام علماء اور حکماء کا ہر ایک زمانہ میں اس امر پر کامل اتفاق چلا آیا ہے کہ انسان کی فلاح و بہبود علم و عمل پر موقوف ہے اور یہ صلاحیت صرف وہی شخصیت رکھتی ہے جس کی ذات میں علم و عمل مکمل طور پر جمع ہوں۔ علماء نے علم کی یہ تعریف کی ہے کہ علم وہ ہے جس سے معلوم اس طرح صاف صاف منکشف اور متمیز ہو جائے کہ شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہ ہو۔ مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ دو سے تین زیادہ ہیں۔ کوئی شخص معجزے دکھائے اور کہے کہ دو، تین سے زیادہ ہیں تو ہم ہرگز ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ اس لئے جو یقین علم سے حاصل ہو۔ وہ ایسا پختہ ہوتا ہے کہ شک و شبہ سے متزلزل نہیں ہوتا۔ اس کو اصطلاح میں علم الیقین کہتے ہیں۔ جیسے ہماری سعی اور کوشش ہے جو علم کے مطابق اور مناسب ہو۔ اور جس کی غرض نتائج علم حاصل کرنا ہے۔ یعنی ہدایت اور رحمت کے حصول کے لئے ہماری جد و جہد اور سعی ہمارا عمل ہے۔ اسی کو مذہب اسلام کی زبان نے ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ علم کا اصل تعلق قلب سے ہے اور عمل کے ساتھ اس کے بعد۔

حکماء نے علم و یقین میں یہ فرق بتایا ہے۔ کہ علم مشاہدہ عینی ہے۔ اور یقین سماعی ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ہم نے مصر یا امریکہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں امریکہ یا مصر کا علم ہے۔ اگر مشاہدہ عینی نہ ہو تو سماعی۔ شہادت پر یقین کرتے ہیں یعنی کسی ایسے آدمی کی شہادت پر کہ جس نے مصر یا امریکہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یقین کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا یقین ہے کہ ذرائع علم جو ہمارے پاس موجود ہیں۔ یہی حواس ظاہری اور باطنی ہیں اور ایک دوسرے کے لئے غیر ہیں۔ سماعت (سننا) بصارت (دیکھنا) علیٰ ہذا القیاس بصارت (دیکھنا) سماعت (سننا) کا کام نہیں دے سکتی۔ اس لئے ان حواس کی شہادت اپنے اپنے حلقہ ہی میں معتبر ہوگی۔ ہمارے کانوں میں ایسی آوازیں آتی ہیں۔ جنہیں ہم سروں سے تعبیر کرتے ہیں۔ جہاں تک سمع کا تعلق ہے۔ ہمیں ان سروں کا علم حاصل ہے۔ بصر کو سروں کا علم حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن جب کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ گا رہا ہے تو ہم سمع اور بصر کے ذریعہ کہتے ہیں کہ گا رہا ہے۔

المختصر ہر ایک حس کا استعمال اپنے اپنے موقع و محل پر جس کے لئے وہ وضع ہوئی ہے۔ ذریعہ علم ہے۔ امریکہ یا مصر کا علم شہادت عینی کا متعلق ہے۔ اس لئے ذرائع علم کی تعریف یہ ہو سکتی ہے جو شاہد اول ہو۔ یا جس کی شہادت بلا واسطہ ہو۔ مگر یہ تعریف بھی جامع و مانع نہیں۔ ایک شخص امریکہ کی موجودگی کا ایسا ہی یقین کرتا ہے جیسا کہ دوسرا جس نے امریکہ کو خود دیکھا ہے دونوں امریکہ کے متعلق شک و شبہ میں نہیں ہیں۔

اور جب ہم علم ہیئت پر غور کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کی عینی شہادت پر یقین کرتے ہیں۔ جو ہم سے صدہا سال پہلے گزر چکے ہیں۔ اور جن کے مشاہدات کی تصدیق ہم خود بھی نہیں کر سکتے۔

اسی طرح ہم ہر زمانہ میں دوسروں کے مشاہدات کے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر شہادت اول کل ہی ذریعہ علم ہو تو دنیا میں ہر ایک ترقی کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو بھی مجبوراً شہادت ثانوی پر یقین کرنا پڑتا ہے۔ اسی کو مذہب کی زبان عقیدہ کہتے ہیں۔

علم اور عقیدہ میں یہ فرق ضرور ہے کہ علم تحقیق سے اور عقیدہ تقلید سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن کسی شے کا علم حقیقی بغیر تقلید کے حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ یعنی حصول علم کے لئے ہمارے لئے لازمی امر ہے کہ ابتدا میں مقلد بنیں۔ اصطلاح میں تقلید کو بت پرستی اور تحقیق کو حق پرستی کہتے ہیں۔ بت پرستی کفر ہے۔ اور حق پرستی اسلام ہے لیکن بقول سلطان الہند امام الاولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح۔

"کفرے کہ باسلام رساند عین اسلام است"

اصطلاح صوفیاء کرام رح میں مرشد اور رسول کو بت سے تعبیر کرتے ہیں۔ انہی کی تقلید بت پرستی ہے۔ انہی بتوں میں جلوۂ خدائی نظر آتا ہے آخر سالک ان کے نقش قدم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ
خلاف پیمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فی زمانہ بعض اہل الرائے یہ کہتے ہیں ؎

چشمے داری و عالم در نظر است — دیگر چہ معلم و کتابت باید

اگر یہ لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو "چشم ما روشن دل ما شاد" لیکن جیسا کہ علم ہیئت کی مثال سے واضح ہو چکا ہے اور اپنے روزمرہ کے کاموں میں دیکھتے ہیں کہ اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم دوسروں کے مشاہدات اور تجربات کا فائدہ اٹھائیں۔ تو یہ دعویٰ پایۂ ثبوت کو عملاً نہیں پہنچتا۔ خدا نے ہمیں آنکھیں اس لئے دی ہیں۔ کہ ہم دیکھیں لیکن معلم و کتابت سے بے نیازی آنکھیں ثابت نہیں کر سکتیں اگر خدا نے کسی شخص کو قلب سلیم عطا کیا ہے۔ اور وہ نور بصیرت سے صراط مستقیم پر چل رہا ہے تو اسے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ مثال جو شاذ ہے۔ ضرورت استاد کی نفی نہیں کرتی۔

بعض ظاہر بین حضرات کہتے ہیں کہ رسول ہی ایک مرشد کافی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یعنی قرآن مجید کی موجودگی میں نہ تو کسی مرشد کی اور نہ ہی کسی تلقین کی ضرورت ہے۔ ہم اس دعویٰ پر بھی صاد کرتے ہیں۔ اگر مدعی اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل رہا ہے تو وہ رہبر کامل کی تقلید کر رہا ہے۔ اور استاد کی ضرورت کو خود تسلیم کرتا ہے ایک ہم ہیں کہ ہر کام میں مرشد کی ضرورت محسوس کرتے ہیں بلکہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں کو کیا روشن دماغ عطا کیا ہے کہ مرشد و پیر سے بے نیاز ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس نادر عطیہ کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔

جہاں تک ہم نے غور کیا ہے یہی معلوم ہوا ہے کہ مشاہیر عالم بھی ہماری طرح مدتوں بھٹکتے رہے۔ اور کسی مرد کامل کی تلاش میں سرگرداں ادھر سے ادھر پھرتے رہے۔

کلید گنج سعادت قبول اہل دل است — مباد کس کہ دریں نکتہ شک و ریب کند
شبان وادی ایمن گہے رسد بمراد — کہ چند سال بجاں خدمت شعیب کند

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایک دفعہ ایک ایسے ہی آدمی کی تلاش تھی۔ جو آخر مل گیا۔ یہ بزرگ صحیح روایتوں میں حضرت خضر علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کی ملاقات اور رفاقت کا تذکرہ قرآن پاک میں مفصل مذکور ہے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کی رفاقت اس شرط پر منظور کی تھی۔ اور حضرت موسیٰ اپنے رہبر کے کسی قول و فعل پر معترض نہ ہوں گے۔ مگر حضرت موسیٰ سے نہ رہا گیا اور بار بار اس عہد کو توڑا۔ آخر رہبر نے حضرت موسیٰ کو خوش اسلوبی سے رخصت کیا۔ حضرت موسیٰ کی غرض بھی پوری ہو چکی تھی۔ کیونکہ ان کو جو کچھ سیکھنا تھا۔

سیکھ چکے تھے۔ انہی واقعات کے پیش نظر خواجہ حافظ نے کہا ہے کہ

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز رسم و راہ منزلہا

یہ تو اولوالعزم پیغمبروں کا حال تھا۔ اولیاء کرام کے تذکروں میں بھی یہی مذکور ہے۔ بلکہ حسب ارشاد ے

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کامل بزرگ صدہا بزرگوں اور رہبروں سے ملے اور ان صحبتوں سے مستفیض ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ بھی ابتداء میں ہماری ہی طرح مرشد کی ضرورت اور اہمیت محسوس کرتے تھے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ے

گر جدا بینی ز حق ایں خواجہ را ÷ گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

خواجہ حافظ صاحب اسی سلسلہ میں اپنا تجربہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم
کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد

یعنی میں نے بھی صدہا اہتمام کئے۔ بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس راستہ میں راہبر کے بغیر قدم ہی نہ رکھنا چاہیئے۔

پا منہ بے خود کہ مقصد گم کنی
یا منہ یا اندریں راہ بے دلیل

یعنی اگر اس راستہ میں رہبر کے بغیر قدم رکھتا ہے تو پہلے ہی فرض کرلے کہ منزل مقصود پر نہ پہنچیگا۔ اس لئے عقلمندی یہی ہے کہ رہبر کے بغیر قدم رکھنا ہی نہ چاہیئے۔ ورنہ یقینی نتیجہ یہی ہے کہ ہرگز ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچو گے۔

جہانگیر ہوٹل
سینما روڈ پشاور

چکن تکہ۔ چکن روسٹ۔ چکن روسٹ۔ مرغ مسلم۔ چکن تندوری
اور دیگر عمدہ اور لذیذ کھانوں کا بہترین مرکز

خود بھی لطف اٹھائیے
اور مہمانوں کو بھی کھلایئے!

غذائیت سے بھرپور

ہماری فخریہ پیشکش

آٹا

- میدہ
- سوجی
- چوکر

ہر وقت دستیاب ہے

بلور فلور اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ

چارسدہ روڈ۔ پشاور

گرام :- "RICE"

ٹیلیگرام :- "البشیر"

فون رہائش :- ۲۲۸۸

فون نمبر ۲۵۰۰

بلور بلڈنگ۔ بازار داگراں پشاور

فون نمبر ۲۶۴۹

اصلاحِ معاشرہ اور ہم

تاج محمد صدیقی، قادری پشاور

پاکستان کی ترقی و بقا کس طرح ہو سکتی ہے قرآن مجید فرماتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۔ یعنی یاد رکھو تمہیں احکام خداوندی میں تغیر و تبدل نہ ملے گا۔ جب یہ بات ہے تو ہمیں آج یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ پاکستان کی بقا اور حفاظت و ترقی کے لئے کیا کچھ آئندہ کرنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک فرماتا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۔ (ترجمہ) مسلمانو تم بہترین گروہ ہو جو اپنے عیش و آرام کے لئے نہیں بلکہ خلق اللہ کی اصلاح و بہتری کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ تمہارا کام نیکی پھیلانا اور برائی سے روکنا ہے۔ اگر ہمیں پاکستان کی سالمیت و بقا اور اصلاح قوم کا خیال دامنگیر ہے تو اپنے اعمال و کردار کو نیکی کے سانچے میں ڈالنا ہوگا۔ اور اگر اس سلسلہ میں یعنی اپنے ملک کی بقا اور اصلاح قوم کے لئے ہمیں بڑی سے بڑی قربانی کرنی پڑے تو دریغ نہ کریں گے۔ قرآن مجید میں ہے وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْہُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُہْتَدُوْنَ ۔ (ترجمہ) اور البتہ آزمائیں گے ہم تم کو ایک چیز کے ساتھ ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان جان و مال اور پھلوں کے نقصان سے خوشخبری ہے صبر کرنے والوں کے لئے اور جب پہنچتی ہے۔ ان کو تکالیف تو کہتے ہیں ہم بیشک اللہ کے ہیں اور بیشک اسی کی طرف جانے والے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ایسے لوگ ہدایت پر ہیں۔

یاد رکھو! یہ نقصان کا سودا نہیں یعنی بقاء دین و ملت اور اصلاح معاشرہ کے راستے میں تکالیف و مصائب برداشت کرنا ایک سچے مسلمان کی شان ہے۔ اگر آج ہم کو پاکستان میں چند برائیاں نظر آتی ہیں تو ہمارا فرض منصبی ہے کہ ان کی روک تھام اور اصلاح کے لئے کوشش کریں۔ یہاں تک کہ پاکستان میں ہر قسم کی برائی کا قلع قمع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰہُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ۔ (ترجمہ) اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ جب ہم ان کو دنیا میں (پاکستان) حکومت دیتے ہیں تو یہ نمازیں پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیکی کی تبلیغ کرتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ الغرض اصلاح قوم اور بقاء پاکستان کے لئے زبانی جمع خرچ کافی نہیں بلکہ عملی کام کرنا ہوگا۔ یہ نہیں کہ ہم سال کے بعد سالگرہ کے موقع پر کبھی کبھار جلسوں میں بقائے پاکستان اور اصلاح قوم و معاشرہ کے لئے گلا پھاڑ پھاڑ کر تقریریں کر لیا کریں۔ اور غصہ میں آ کر کہہ دیا کریں کہ پاکستان کے ارباب بست و کشاد ٹھیک نہیں اور پاکستانی عوام برائی کا شکار ہو گئے ہیں۔

بلکہ اس کا ایک اور صرف ایک طریق ہے کہ ہم اس بات کا تہیہ

کریں کہ پہلے خود نیک بنیں گے اور دنیا کے عیش و عشرت چھوڑ کر اصلاح قوم اور ترقی پاکستان میں ہمہ تن مصروف ہونگے تاکہ پاکستان بحیثیت اپنے مذہب (اسلام) اپنے تمدن اپنی اسلامی تہذیب اور اسلامی روایات کو زندہ رکھنے میں کامیاب ہو جائیں قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ (ترجمہ) اور کون ہے بہتر اس بات میں اس شخص سے کہ بلاتا ہے اللہ کی طرف اور خود عمل کرتا ہے اچھے اور کہتا ہے بے شک میں مسلمان ہوں بلکہ ان کی زندگی کا ہر شعبہ خواہ وہ سیاسیات سے ہو یا قانون سے، معاشرت کے متعلق ہو یا اقتصادیات سے گھریلو معاملات کے متعلق ہو یا عوامی نزاعات سے ہر حال میں وہ کتاب و سنت کے تابع ہوتے ہیں۔ قرآن مجید ایسے مسلمانوں کی تعریف میں فرماتا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ آپ فرما دیجئے۔ بے شک میری نماز میری قربانی میری موت و حیات اللہ کی رضا جوئی کیلئے ہے۔

آئیے تھوڑی دیر کے لئے ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچیں کہ آیا جو کچھ ہم اپنی زبانوں سے کہتے ہیں۔ کہاں تک ہم اس کے پابند ہیں۔ اگر زبانوں پر پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعرے ہیں۔ اور دلوں میں کچھ اور ہے اگر زبان پر قرآن و سنت کے اجرا کا شور ہے۔ اور دلوں میں قرآن و سنت کے خلاف، اگر نام پاکستانی اور کام شیطانی ہیں تو کان کھول کر سن لیں ایسی دوغلی پالیسی کا نتیجہ دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ (ترجمہ) کیوں ایسی باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں بڑی بھاری بات ہے اللہ کے نزدیک کہ جو کچھ کہو اسے نہ کرو۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاصَّةً ۔ (ترجمہ) اور ڈرو اس فتنہ سے جو تم میں صرف ظالموں کو نہ پہنچے گا یعنی تمہاری اس گندی پالیسی کی سزا صرف تمہیں نہ ملے گی بلکہ سارے پاکستانی تمہارے ساتھ شامل ہوں گے۔ دیکھیں آج اگر انفلونزا وغیرہ صرف تمہیں نہ ملے گی بلکہ سارے پاکستانی اس عذاب الٰہی میں مبتلا ہونگے عذاب الٰہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ عذاب خداوندی صرف یہ نہیں کہ ہم پر پتھروں کی بارش کی جائے یا کسی سخت زلزلے سے تباہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے قُلْ ہُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَاباً مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعاً وَّیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّہُمْ یَفْقَہُوْنَ (ترجمہ) آپ فرما دیجئے اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے یا تمہارے نیچے سے عذاب تم پر بھیج دے یا تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور تمہیں لڑائی کا مزہ چکھائے دیکھئے کس طرح ہم اپنی نشانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ سمجھیں دیکھئے کیا ہم آج اس عذاب (پارٹی بازی) میں مبتلا نہیں؟ مگر افسوس کہ ہم اپنی حالت پر غور نہیں کرتے۔ ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَحْوِیْلاً (ترجمہ) اور تم اللہ تعالےٰ کے قانون میں کسی قسم کا ہیر پھیر نہ پاؤ گے گویا یہی بتایا گیا ہے کہ جو کچھ کہتے ہو اس پر عمل کرنا بھی ہوگا۔ ایسا نہیں کہ محض دوسروں کو دینے کیلئے تبلیغ کریں۔ کرتے پھریں اور اسلام سے کوسوں دور ہو اگر ہم نے نیکی کرنے اور نیکی پھیلانے اور برائی سے روکنے کا تہیہ کر لیا تو یاد رکھو اس کام کے صلہ میں اللہ تعالےٰ ہم سے وعدہ فرماتا ہے کہ ہم تمہیں پاکستان جیسی حکومت عطا فرمائیں گے۔

(ترجمہ) اللہ تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو صاحب ایمان ہیں کہ میں تمہیں تمہاری نیک عمل کے بدلے میں دنیا میں حکومت عطا کروں گا جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو حکومتیں عطا فرمائی تھیں اس انعام خداوندی کا نام

پاکستان ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد اس کی اصلاح و بقا کے لئے ہر پاکستانی کو ہر وقت سینہ سپر رہنا ہوگا۔ اور اس کی حفاظت اور بقا اور اصلاح قوم کے لئے ہمیں سخت سے سخت تکالیف برداشت کرنی ہوں گی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب ۰ (ترجمہ) کیا مسلمانو تم یہ سمجھتے ہو کہ تم یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تم کو وہ حالات درپیش نہیں ہوئے جو تم سے پہلے لوگوں کو پیش ہوئے۔ ان کو فقیری اور بیماری میں مبتلا کیا گیا۔ یہاں تک کہ فرمایا اس زمانہ کے رسول اور اس کے ساتھیوں کو اللہ کی مدد کب آئے گی۔ خبردار اللہ کی مدد قریب ہے۔

اصلاح معاشرہ اور ترقی و بقا پاکستان کے لئے ہر پاکستانی مسلمان کو صبر و تحمل اور ہمت و جرأت اور استقلال وغیرہ کا مظاہرہ کرکے یہ ثابت کرنا ہوگا۔ ہم ہر قسم کی تکالیف برداشت کرکے اپنے وطن اور قوم و ملت کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ یہ نہیں کہ قوم کے چند لوگ مخلص ہوں اور باقی قوم بے عمل و بے ہمت ہو اور دیگر افراد برائیوں میں مبتلا ہوں۔ یاد رکھو بے عمل قوم کو دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں ساری قوم کو نیک بننا ہوگا۔ مسلمان دنیا میں صرف پیٹ بھرنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا اس کی ذمہ داری عام انسانوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ اسے اپنی اصلاح و تعمیر ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لئے پیدا کیا گیا ہے پس ہمیں فرصت کے اوقات میں اپنی حالت اور اصلاح قوم پر غور کرنا ہوگا۔ اور ملک و ملت کی اصلاح و بقا کے لئے ہمسایہ قوم سے موازنہ کرکے اپنی ذمہ داری اور ہمت کا احساس کرنا ہوگا اور اپنے قول و عمل کے ذریعہ اپنی آئندہ نسلوں کو یہ سبق دینا ہوگا کہ مسلمان دنیا میں کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کی کیا شان ہے اور یہ کہ دنیا کی زبردست سے زبردست باجبروت قوم بھی اپنی مادی طاقت کے بل بوتہ پر سچے مسلمانوں کے مقابلہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسی قسم کے اعتماد علی النفس کے لئے ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شجاعانہ کارناموں پر غور کرنا ہوگا۔ جن کے حیرت انگیز صبر و استقلال کو کسی حال میں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ جو ہماری اصلاح کے لئے مشعل ہدایت ہے صحابہ کرام کی زندگی کو آج اگر ہم اختیار کریں اور کمر ہمت باندھ کر اصلاح معاشرہ و بقاء و ترقی پاکستان کے لئے کوشش کریں تو یقین کامل ہے اللہ تعالےٰ ہماری اصلاح فرما دیگا۔ اور پاکستان کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے گا ۔

جان کائنات

آپ کی مجھ پر نظر ہو جائیگی
میری شب بے تاب سحر ہو جائیگی

اس نگاہ بندہ پرور کے طفیل
زندگی سکھ سے بسر ہو جائیگی

مجھ کو ہے امید وہ چشم کرم
میرے حال زار پر ہو جائیگی

دل سے گذریگا وہ جان کائنات
کتنی روشن رہ گزر ہو جائیگی

جب مری آنکھوں میں آنسو آئینگے
ان کو میرے دکھ کی خبر ہو جائیگی

سوز عشق مصطفےٰ کی شرط ہے
جو دعا نکلی اثر ہو جائے گا

خادم! ان کا لطف گر شامل رہا
شام سے پہلے سحر ہو جائے گی

☆ خادم کیتھلی ☆

ہر قسم سامان آہنی و فولادی تعمیرات کیلئے

گل محمد اینڈ برادرس

پل بخیتہ پشاور شہر

سے طلب فرمائیے

فون نمبر
۲۱۱۴
۲۵۳۹

تار کا پتہ
"تاج کو" پشاور

جو حکومت پاکستان کے صوبہ سرحد میں نامزد کردہ

لوہا اور فولاد

کے واحد مرکزی سٹاکسٹ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبا بحسنِ ادب گو تو غوثِ اعظم را

خدا سپرد بہ تو کارِ ہر دو عالم را

تو آں شہی کہ کنی ردِ قضائے مبرم را

بری زِ خاطرِ ناشاد محنت و غم را

شاہ محمد غوث صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

ہر قسم سامان آہنی و فولادی تعمیرات کیلئے

گل محمد اینڈ برادرس

تار کا پتہ
تاج کو پشاور

پل پختہ پشاور شہر
سے طلب فرمائیے:۔

فون نمبر
۲۱۱۴
۲۵۳۹

جو حکومت پاکستان کے صوبہ سرحد میں نامزد کردہ

لوہا اور فولاد

کے واحد مرکزی سٹاکسٹ ہیں!